Fikr-o-Nasar (Islamabad) 10:8 (1973)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نظرات

انسان مدنی الطبع ہے۔ ابنائے جنس کے ساتھ مل کر رہنا اس کی فطرت ہے۔ تہذیب و تمدن کے ارتقاء اور ذریت آدم کے پھیلنے کا راز بھی اسی میں ہے اور یہی بات معاشرتی زندگی میں فساد کی بنیاد بھی ہے۔ معاشرتی زندگی کی ابتداء کےساتھ ھی معاشرے میں فساد پیدا ھوگیا اور اسی وقت سے اصلاح کی کوششیں بھی شروع ھوگئیں، اس لئے کہ فساد کوئی پسندیدہ چیز نہیں۔ لیکن ایسا بہت کم نظر آتا ھے کہ اصلاح کی کوششوں سے مطلوبہ نتائج برآمد ھوئے ھوں۔ ایک سوچنے والے ذھن میں یہ سوال پیدا ھوتا ھے کہ ایسا کیوں ھے۔ کیا وجہ ھے کہ کوششیں بارآور نہیں ھوتیں اور بگاڑ میں دن بدن اضافہ ھوتا جاتا ھے۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ھے کہ معاشرے میں فساد کا بانی خود انسان ھے۔ ھم روز مرہ زندگی میں بھی اس کا مشاھدہ کر سکتے ھیں اور عمرانیات تاریخ اور علم الانسان کے مطالعہ سے بھی اس کی تائید ھوتی ھے۔ قرآن کریم نے انسان کی پیدائش کا جو قصہ بیان کیا ھے اس میں واضح طور پر اس طرف اشارہ ھے۔ اللہ تعالےٰ نے آدم کی تخلیق کا ارادہ فرمایا تو فرشتوں نے کہا۔ اتجعل فیھا من یفسد فیھا و یسفک الدماء۔ (کیا تو زمین میں ایک ایسی مخلوق بنانی چاھتا ھے جو اس میں فساد پھیلائے اور خوں ریزی کرے) فرشتوں کی طرف سے اس اندیشے کا اظہار اس امر کی غمازی کرتا ھے کہ شر و فساد انسان کا ایک فطری خاصہ ھے۔ یہ تو ابتدائے آفرینش کا واقعہ ھے۔ بعد کی تاریخ بھی قرآن کے الفاظ میں شر و فساد کی تاریخ ھے۔ لقد ظھر الفساد فی البر و البحر بما کسبت ایدی الناس۔ (لوگوں کے ھاتھوں زمین فساد سے بھر چکی ھے) یہ انسان

کے اپنے کرتوت ھیں اور اس کی اپنی کارستانیاں ھیں جو معاشرے میں خرابی اور بگاڑ کا باعث بنتی ھیں - جہاں تک اصلاح کی خواھش کا تعلق ھے یہ ہر زمانے میں موجود رھی ھے اور اس کی تکمیل کے لئے طریقے بھی سوچے اور بروئے کار لائے جاتے رہے ھیں- لیکن ایسا بہت کم ھوا ھے کہ معاشرہ کلیۃً فساد سے پاک ھوگیا ھو - صرف انبیاء کی اصلاحی کوششیں اس ضمن میں نتیجہ خیز نظر آتی ھیں اور اس کی وجہ صرف یہی سمجھ میں آتی ھے کہ انھوں نے اصلاح کے جو طریقے استعمال کئے وہ کسی انسانی ذھن کی پیداوار نہ تھے بلکہ ھدایت ربانی پر مبنی تھے -

اس ضمن میں ایک بنیادی نکتہ جس کو ذھن نشین کرنے کی ضرورت ھے وہ یہ ھے کہ اصلاح کی طرف پہلا قدم یہ ھے کہ اول یہ معلوم کیا جائے کہ خرابی کہاں ھے اور کیوں ھے - اس کے بعد دوسرا قدم یہ ھے کہ یہ دریافت کیا جائے کہ خرابی کو دور کرنے کا صحیح طریقہ کیا ھے - انسان اپنے تجربوں اور ذاتی کوششوں سے ان سوالات کے جوابات معلوم کرسکتا ھے لیکن ان جوابات کی صحت ھر صورت میں متیقن نہیں ھوگی- اس لئے کہ انسان کا علم ناقص ھے اور اس کی صلاحیتیں اپنی تمام تر وسعت و عظمت کے باوجود محدود اور مقید ھیں - اس کائنات سے متعلق معاملات کو صرف اس کے پیدا کرنے والے کا علم ھی محیط ھو سکتا ھے جس کے علم کی صحت ھر شک و شبہے سے بالا تر ھے - اس لئے الٰہی ھدایت سے بے نیاز ھوکر اصلاح کی کوئی کوشش نتیجہ خیز ثابت نہیں ھوسکتی- اس سے بے نیاز ھوکر جو کوششیں کی جاتی ھیں اگرچہ انھیں اصلاح سمجھ کر کیا جاتا ھے لیکن درحقیقت وہ بھی نتیجے کے اعتبار سے افساد ھی ھوتی ھیں - اللہ کے کلام نے انسان کی اس خودفریبی کا پردہ یوں چاک کیا ھے - و اذا قیل لھم لاتفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انھم ھم المفسدون و لکن لا یشعرون - اور جب ان سے کہا جاتا

ہے کہ زمین میں فساد نہ برپا کرو تو وہ کہتے ہیں ہم تو صرف اصلاح کے لئے کوشاں ہیں ہوشیار ! وہی لوگ مفسد ہیں مگر وہ نہیں جانتے۔

اس سے بڑھ کر انسان کی ابلہی اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے ان کارناموں کو اصلاح سمجھتا ہے جو سر تا سر موجب فساد ہوتے ہیں ۔ قرآن کریم نے ایک مقام پر اس مخلوق کو ظلوم و جہول کے خطابات دیئے ہیں (سورۂ سبا ۷۲) ۔ اگرچہ یہ ذکر ایک اور بات کے ضمن میں ہے لیکن اشارۃالنص سے انسان کا فی‌نفسہ ظالم و جاہل ہونا ظاہر ہے۔ اور ظلم و جہل سے متصف مخلوق انسان سے یہ توقع کہ وہ مجرد اپنی قوتوں و صلاحیتوں پر اعتماد کرکے برائیوں کو نیکیوں میں بدل سکتا ہے خیال خام ہی نہیں بوالفریبی بھی ہے ۔

یہ اللہ تعالے کا محض فضل و انعام ہے کہ اس نے انسان کی صلاح و فلاح اور ہدایت و رہنمائی کے لئے وحی و رسالت کا سلسلہ جاری کیا اور ایک صحیح متوازن پرامن اور آسودہ حال زندگی بسر کرنے کا راستہ بتایا۔ اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید میں اس زندگی کا مکمل خاکہ موجود ہے۔ یا ایھا الناس قدجاءتکم موعظة من ربکم و شفاء لما فی الصدور و ھدی و رحمة للموىنین ۔